Al-Azhār

Volume 9, Issue 1 (Jan-june, 2023)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/20

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/436

Article DOI: https://doi.org/ 10.5281/zenodo.8177518

Title "Analysis of Mystical Terms in Iqbal's poetry: in the light of Holy Quran"

Author (s): Dr Humeira Khalil،Safia Jaffar And Dr Abdul Waheen Memon

Received on: 26 January, 2023
Accepted on: 27 March, 2023
Published on: 25 June, 2023

Citation: Dr Humeira Khalil،Safia Jaffar And Dr Abdul Waheen Memon, " “"Analysis of Mystical Terms in Iqbal's poetry: in the light of Holy Quran"”:," Al-Azhār: 9 No.1 (2023):206-225

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

کلام اقبال میں متصوفانہ اصطلاحات کا قرآنی جائزہ

"Analysis of Mystical Terms in Iqbal's poetry: in the light of Holy Quran"

*Dr Humeira Khalil
.**Safia Jaffar
***Dr Abdul Waheen Memon

Abstract

The poet of the Middle East, Hazrat Allama Muhammad Iqbal, may God bless him and grant him peace, is not only a poet, but also a great thinker, and a great philosopher, as well as a pure Sufi. You are such a personality in Sufism who has introduced new dimensions, new purposes and aspects in the light of the Qur'an and the Sunnah. He described and explained Sufism as an interpretation of the Qur'an and the Sunnah. He explained Sufism not only theoretically but also practically. In his Sufi poetry there is a coherent philosophy of Sufism, which is not in any way contradictory to the teachings of the Qur'an, but the essence of the meaning of the Qur'an. In the entire history of Islam, there is no other poet who has discussed so many spiritual issues of human life and various aspects of Sufism in the light of Islamic teachings. Besides being a male Qalandar himself, the Sufis, Dervishes and Walias had great devotion to Allah and were eager to meet him, which created a new wave in his personality and thought.

Keywords: Analysis, Mystical, Terms, Quran, poetry, Allama iqbal

*Assistant professor, The university of Faisalabad
**Lecturer, Department of Arabic and Islamic studies,The university of Faisalabad
***Lecturer , IBA University Sukkar.(Dadu Campus

شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف ایک شاعر ہیں بلکہ مفکر اسلام اور عظیم فلاسفر ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی باصفا بھی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اسلامی تصوف کی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے علمی و فکری اور روحانی و عملی طور پر تصوف کی نئی راہیں، نئے مقاصد اور نئی جہات قرآن اور سنت کی روشنی میں متعین کیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تصوف کو قرآن و سنت کی تعبیر کے طور پر بیان فرمایا اور اس کی تشریح کی ہے۔ انہوں نے تصوف کو نظریاتی ہی نہیں عملی طور پر بھی بیان کیا ہے۔ کلام اقبال میں زندگی کا ایک مربوط فلسفہ تصوف موجود ہے جو قرآنی تعلیمات سے کسی طرح متصادم اور الگ نہیں ہیں بلکہ قرآن کے معنی کا اصل رنگ ہی ان کی صوفیانہ شاعری میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ پوری اسلامی تاریخ میں کوئی اور شاعر ان کا ہمسر نہیں جس نے انسانی زندگی کے اتنے گوناگوں روحانی مسائل اور تصوف کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گفتگو کی ہو۔ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کو تصوف سے وابستگی ورثے میں ملی اور اس کی جھلک ان کی ساری زندگی اور کلام میں ملتی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود مرد قلندر ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیاء، درویشوں اور اولیاء اللہ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے اور ان سے ملنے کے برابر متمنی رہتے تھے جس نے ان کی شخصیت اور افکار میں نئی لہر پیدا کی۔

تعارفِ موضوع

لفظ تصوف اور صوفی کے معنی سید تصدق حسین رضوی لغاتِ کشوری میں یوں بیان کرتے ہیں:

تصوف: پشمینہ پہننا ماخوذ صوف بمعنی پشم اور اصطلاح میں خواہشِ نفسانی سے پاک ہونا اور کل شے میں ظہورِ خدائے تعالیٰ کا جاننا اور نام اس کا جو صوفی لوگ پڑھتے ہیں یعنی علم فقیری۔

صوفی وہ شخص ہے جو پشم پوش ہوتا ہے، یعنی بالوں کے کپڑے پہنتا ہے، کیونکہ "صوف" کا معنی پشم ہوتا ہے جو بالوں سے بنا ہوتا ہے۔ فقیروں کی زبان میں صوفی وہ شخص ہے جو اپنے دل میں صرف خدا کے خیالات کو رکھتا ہے، اور کسی دوسرے شخص یا چیز کے لئے خیال نہیں کرتا۔ وہ دنیا کی آلائشوں سے دور رہتا ہے اور اپنی زندگی کو پاک اور صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ صوفی کا لفظ "مخلص" کا معنی بھی ہوتا ہے۔ (1)

شریعت کے اصولوں پر عمل کرنے کو تصوف کہتے ہیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا کے لیے زندگی بسر کرنے کے اصولوں کو شریعت کہتے ہیں اور ان پر عمل کرنے کو طریقت کہتے ہیں۔ تصوف معرفتِ الٰہی اور رضائے ایزدی حاصل

کرنے کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، اصلاحِ باطن اور نفس کشی ہے۔لہذا جب طریقت کو شریعت ہی کی تعبیر کہا جاتا ہے تو یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے کیونکہ قرآن اور سنت سے بھی ہمیں انہی باتوں کی تعلیم ملتی ہے جو طریقت کے بنیادی اصول ہیں جیسے نفس کشی اصلاح باطن اور تزکیہ نفس، ذکر و فکر و غیرہ

تصوف کا تعلق ان امور سے ہے جو محسوسات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آتی ہے جو انسان کو محسوس سے غیر محسوس اور معلوم سے نامعلوم کی جانب لے جائے۔اس کے اظہار و بیان کے لیے اصطلاحات سے کیونکر استغنا برتا جاسکتا ہے۔ ہر فن کی جداگانہ اصطلاحات ہیں اس لیے ہر فن میں کلام کرنے والے اپنے لیے جداگانہ اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔(2)

اصطلاح سے مراد کسی بات پر اتفاق کر لینا ، جھگڑا ختم کر دینا وغیرہ ہے اور یہاں اس سے مراد کسی لفظ کے اصطلاحی معنی پر (اختلافات کو ختم کر کے) متفق ہونا ہے۔

"اصطلاحیں دراصل اشارے ہیں جو خیالات کے مجموعوں کی طرف ذہن کو منتقل کر دیتی ہیں"۔(3)

اقبالؒ کی تعلیم و تربیت میں تصوف کا رنگ واضح دکھائی دیتا ہے حتیٰ کہ لندن میں حصول تعلیم کے دوران روحانی تربیت کے اثر کو برقرار رکھا۔اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی(4)

اقبالؒ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فکر و نظر اور عقل و دل کی کمال صلاحیتوں سے نوازرکھا ہے اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے تصوف کو صرف سمجھا ہی نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کو عملی طور پر اختیار بھی کیا۔اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی ابتدائی تربیت، علمی و فکری ارتقاء، شعری و نثری آثار سب اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف تصوف کی تعلیمات کے قائل ہیں بلکہ ان پر عملا کاربند بھی ہیں۔اقبالؒ نے اپنی زندگی کے فکری سفر کا رہنما ایک صوفی کو بنایا۔ آپؒ سلسلہ قادریہ سے بیعت ہیں باقی تینوں سلاسل نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے صوفیاء اور اولیاء سے قلبی روابط کا بارہا اظہار اپنی شاعری مین کرتے نظر آتے ہیں۔

اقبالؒ نے مطلق تصوف کی کبھی تردید نہیں کی بلکہ اس پہلو کی تردید ضرور کرتے ہیں جس کے زیر اثر برصغیر میں غیر اسلامی رجحانات نے زور پکڑا ،لہذا آپؒ نے حقیقی تصوف کو اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں تک واضح اور اثر انگیز انداز میں پیش کیا جو قرآن و سنت سے مستنبط اسلامی تعلیمات کا ہی نچوڑ ہے۔خود تصوف کی

حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پس طریقت چیست اے والا صفات شرع را دیدن بہ اعماق حیات

فاش می خواہی اگر اسرار دیں جز بہ اعماق ضمیر خود مبیں(5)

یعنی طریقت یہ ہے کہ مسلمان کو اس بات کا یقین حاصل ہو جائے کہ واقعی شریعت اعماقِ حیات (زندگی کی گہرائیوں) ہی سے پیدا ہوتی ہے، باہر سے نہیں آتی یعنی مسلمان اس حقیقت کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ شریعت کا منبع خود اس کا قلب ہے۔

اقبالؒ بحیثیت پیغام خودی، وجودی تصوف کے خلاف ہیں بلکہ اسے مسلمانوں کے روحانی زوال کا سبب تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر عشق خلاق نہیں یا فعال نہیں تو تصوف خانقاہی ہے اور خانقاہی تصوف چونکہ شعورِ نبوت کی خصوصیات سے عاری ہے، جو اس کے لیے موت کے مترادف ہے۔(6)

اقبالؒ نے قرآن و سنت کے مفاہیم کو سمجھ کر عملی طور پر ان پر کاربند ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اقبالؒ کے روحانی مقامات ،احوالِ سوز و گداز، سرور و مستی، جذب اور وجدان و سلوک کے حوالے سے ان کے کئی واقعات مختلف کتب میں مرقوم ہیں جس سے اقبالؒ کی تصوف (جو شریعت کے مطابق ہو) اور صوفیاء سے محبت و عقیدت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لیے ان کے کلام میں صوفیانہ اصطلاحات کا استعمال تصوف سے گہری وابستگی کا ثبوت ہے۔

اقبالؒ کی جن متصوفانہ اصطلاحات کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے وہ سب شریعت کے اصولوں کے عین مطابق ہیں لہذا اقبالؒ کے اشعار اور صوفیانہ افکار کو پیش کرنے سے پہلے ان افکار کا تعارف شریعت اسلامیہ خصوصا قرآن کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

صبر

صبر اسلامی تعلیمات میں کلیدی مقام کا حامل وصف ہے اور اخلاق کا ایک عظیم فضیلت والا عمل ہے۔ علم و معرفت جب یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو خود بخود صبر سامنے آجاتا ہے۔ تصوف میں صبر دین کے ایک خاص مقام اور سلوک کی ایک خاص منزل کا نام ہے۔ جس کے معنی ٹھہرنے، رکنے اور باز رہنے کے ہیں یعنی نفس کو اس چیز پر روکنا جس پر رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو صبر کہلاتا ہے۔ تصوف میں صبر اور ضبط نفس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

قرآن مجید میں تقریبا ایک سو تین آیات میں صبر و اہل صبر کی فضیلت، اہمیت، مقام و مرتبہ اور ترغیب و تاکید کا ذکر وضاحت سے آیا ہے۔ صبر کو نیک عمل قرار دیتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿واصبر.. إنَّ الله مع الصَّابرين﴾(7)

"اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والوں کے لیے ایک خاص اصول نظر آتا ہے کہ صبر اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر اس شخص کے ساتھ ہو گا اور اس کی مدد کرے گا جو مشکلات اور ہر طرح کے حالات میں شکوہ شکایت اور آہ و بقا کی بجائے صبر کا دامن تھامے گا کیونکہ جملہ پریشانیاں مشیت الٰہی کے تحت ہی آتی ہیں۔ لہذا صوفیاء کی زندگیوں اور طریقت کے اصولوں میں صبر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اقبالؒ نے بھی احسن انداز میں اپنی شاعری میں صبر کو اختیار کرنے کے ترغیب دلائی ہے تاکہ لوگوں میں اس کی اہمیت کو اچھے اور پر اثر انداز میں پیش کیا جاسکے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو بتایا کہ یہ عظیم کام بلند حوصلہ رسولوں کی صفات میں شامل رہا ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ (8)

"پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا"

صبر کے ذریعے ایک سالک اپنی تمام خواہشات پر ضبط کرتے ہوئے خود کو رضائے الٰہی کے تابع کر دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ اپنی شاعری میں صبر و برداشت کو درویشی کی شان کہتے ہوئے دنیاوی نقصانات پر صبر کا دامن چھوڑ دینے کو روباہی (بزدلی) اور گوسفندی (کم ہمتی) سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک نقصانات پر صبر کرنا شیری ہے جو کہ حقیقی مومن کی شان ہے۔

اقبالؒ فرماتے ہیں

طریق اہل دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شان درویشی

یہ نکتہ پیر دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا کہ ہے ضبط فغاں شیری، فغاں روباہی و میشی (9)

اقبالؒ کہتے ہیں درویش یعنی قربِ حق کا متلاشی دنیا کی مشکلات پر آہ وبقا نہیں کرتا اور اسی میں اس کی شان ہے۔اقبالؒ کے نزدیک حالات پر شکوہ کرنا درویش اور ایک مومن کا شیوہ نہیں ہے۔ان کے اس صوفیانہ فکر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف میں صبر بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔الغرض اقبالؒ نے اس قرآنی اصول پر عمل کرنا مومن اور درویش کی شان بتایا ہے اور اس کو بلند ہمت کاموں میں شمار کیا ہے جیسے قرآن نے اسے عالی حوصلہ لوگوں کی صفت بتایا ہے۔

فنا و بقا

قرآن مجید میں فنا اور بقا کی کئی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جیسے شہید اگر اللہ کی راہ میں خود کو فنا کر کے موت کو گلے لگاتا ہے اور اس سے مقصود صرف اللہ عزوجل کی رضا ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے شخص کے لیے دائمی زندگی کی بشارت دی ہے اور ایسے شخص کی زندگی کی ضمانت دی ہے۔اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی راہ میں خود کو فنا کر دینے اور اس کی رضا کے لیے ہر قسم کے جہاد کی فضیلتیں بیان کی ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فنا و بقا کا فلسفہ عین اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ عالم برزخ میں ایک مومن کی شان سے اسی بقا کا اندازہ ہوتا ہے جس کا تصور اقبالؒ پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ-بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (10)

"اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں"۔

سرِ دلبراں میں اس کا مفہوم اس انداز میں بیان کیا گیا ہے:

فنا و بقا اہم اصطلاحاتِ تصوف میں سے ہے۔ فنا و بقا فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں ۔ ذاتِ احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے، بے خودی یعنی اپنی خودی کا ہوش نہ رہنا۔(11)

فنا کا انجام بقا کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی موت کا نتیجہ دائمی زندگی ہے۔ مومن لوگ فنا یا موت کو حقیقتاً اپنی زندگی کے ایک پڑاؤ کے طور پر سمجھتے ہیں۔ان کے لئے موت صرف ایک عارضی حقیقت ہے جس کے بعد ان کو دائمی زندگی نصیب ہوتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہو گی۔اقبالؒ لکھتے ہیں

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادت مہر فنا کی نیند مئے زندگی کی مستی ہے(12)

زندگی کو ختم کر دینا موت کے بس کی بات نہیں بقائے حیات دائمی ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک موت فنا نہیں بلکہ نئی زندگی کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اقبالؒ اپنی ایک خوبصورت نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" میں اس تصور کو یوں بیان کرتے ہیں:

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں ٹوٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات عام اس کو یوں نہ کر دیتا نظامِ کائنات

ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں(13)

ان اشعار میں انسانی زندگی کی بقا کو خوبصورتی اور تمثیل سے بیان کیا گیا ہے جس سے فنا اور بقا کا مفہوم احسن طریقہ سے واضح کیا گیا ہے۔ الغرض جب انسان فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ﷺ کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے تو اسے یہ زندگی بے وقعت لگنے لگتی ہے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسے حیاتِ جاودانی عطا کر دی جاتی ہے۔ اور یہ درجہ صرف مومن کو ہی ملتا ہے۔ اس کے لیے موت ایک نئی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ وہ زندگی جس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ اقبالؒ کے اس تصور سے حیاتِ انسانی کا راز افشاں ہوتا ہے جو تقدیر الٰہی کے عین مطابق ہے کہ انسانی زندگی کو بقا حاصل ہے۔ پس جو پروردگار عالم کی محبت میں خود کو بے خود اور فنا کر دیتا ہے اس کے لیے موت اور حیات کی کوئی قید باقی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ دائمی زندگی کا حامل بن جاتا ہے۔ صوفیاء اکرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اسی حقیقت کو پہچانتے ہوئے راہ حق کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہی نظریہ انہیں حیات انسانی کی منزلت سے آشنا کرواتا ہے جس کے تحت وہ یقین کرتے ہوئے کہ انسانی وجود مٹنے والا نہیں ہے، وہ اسے بھلائی اور مالک حقیقی کو راضی کرنے میں لگا دیتے ہیں۔

اقبالؒ نے بھی صوفیاء کی اس روش کو اختیار کرنے اور زندگی کا فلسفہ سمجھانے کے لیے اپنی شاعری میں اسے فنا و بقا کی اصطلاح کے طور پر بیان فرمایا ہے جو حقیقت میں اولیاء اللہ کی زندگیوں کا ماحاصل اور اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

فقر

اقبالؒ کے ہاں عشق کی طرح فقر بھی ایک اہم، جامع اور کثیر استعمال ہونے والی اصطلاح ہے یہ قریب قریب عشق کے مترادف ہے اور متعدد معانی و مفاہیم کے طور پر آئی ہے اس میں البتہ استغناء کا پہلو غالب ہوتا ہے

فقر اس حالت کو کہتے ہیں جب شخص کو دنیا کے خزانوں سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اگر دنیا بھر کے دولت مندوں کے خزانے اس کے پاس ہوں تو بھی وہ خوش نہیں ہوتا اور اگر ان سب کچھ سے اس کو چھین لیا جائے تو بھی اسے غم نہیں ہوتا۔ فقر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ استغنا کی حالت کو برقرار رکھتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ-وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾(14)

"لوگو تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی وحمید ہے"۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا

﴿وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاء﴾(15)

"اور اللہ حقیقی غنی ہے اور تم سب اس کے محتاج اور فقیر بے نوا"۔

انسان کی یہ محتاجی صرف چند چیزوں کے لیے نہیں ہے بلکہ انسان ہر حوالہ سے چاہے وہ رزق ہو صحت ہو، ہدایت ہو یا رشتے ناطے انسان ان تمام چیزوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا محتاج اور فقیر ہے۔ انسان ہی نہیں بلکہ اس کائنات کی ہر مخلوق اللہ تبارک وتعالیٰ کی محتاج ہے۔ لہذا ایک صوفی کے مطابق انسان اور بالخصوص ایک مسلمان کا مقصود ذات باری تعالیٰ ہونا چاہیے نہ کہ یہ چیزیں کیونکہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہر چیز کو دینے والا اور دے کے لینے والا ہے تو جب ایک انسان کا مقصود اللہ تبارک وتعالیٰ بن جائے تو اس کے لیے ان چیزوں کی وقعت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے لیے ان ظاہری چیزوں کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے اور اس حقیقت کے جان لینے سے جو صفت سامنے آتی ہے اسے فقر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو قرآن کی آیات کی ہی تعبیر ہے اور اقبالؒ اسی کو اختیار کرنے کی ترغیب اور اس کے ثمرات اپنی شاعری میں واضح کرتے نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے

الفقر ھو الغناء باللہ (16)

فقر وہ غنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے حاصل ہوتا ہے۔

اقبالؒ کے نزدیک فقر ایک خوبی ہے جو جراتِ گفتار اور کردار کے ساتھ اور خودداری کی شان پائی جاتی ہے۔ اقبالؒ فقر کو آدم گری یا انسان سازی کا سب سے بڑا سبب قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ فقیر کی طرح مادی دنیا کے

نظریات کو نہیں مانتے اور ذہنی و روحانی ترقی کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ فقر سے انسان کا اصل خواص بیرون کھلتے ہیں اور وہ اپنی حقیقی پہچان کرتا ہے۔ ایسا کر کے انسان اپنے خالق سے نزدیکی پائے جاتے ہیں اور اپنے وجود کو بہترین طریقے سے سمجھنے کا موقع حاصل کرتے ہیں۔

میرا فقر بہتر ہے اسکندری سے یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی(17)

اس شعر میں اقبالؒ فقر کو انسان سازی کا ذریعہ بتاتے ہیں کیونکہ فقر انسان کو ایسی زندگی کا درس دیتا ہے جو زندگی اس میں وہ صفات پیدا کرتی ہے کہ انسان کو حقیقی معنی میں افضل الخلائق کے مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جس سے انسان دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور یہی شانِ انسانی ہے۔ اقبالؒ مزید فرماتے ہیں

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے(18)

اقبالؒ نے اس شعر میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ ایک فقیر کی شان بادشاہی کہ شان و شوکت سے افضل ہوتی ہے۔ اس کے بعد خود ہی فرماتے ہیں اس کے باوجود اگر کوئی اپنے آپ کو فقر کی بجائے گداگری کا عادی بنا لے تو وہ اس فقر کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔

مزید یہ کہ اقبالؒ اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کی قیادت کے لیے ایسا بندہ درویش کے نصیب ہونے کی دعا کرتے ہیں جس میں اس فقرِ غیور کی صفات پائی جائیں فرماتے ہیں

نصیبِ خطّہ ہو یارب وہ بندۂ درویش کہ جس کے فقر میں انداز ہو کلیمانہ(19)

اقبالؒ اپنی نظم "فقر و راہبی" میں لکھتے ہیں کہ فقر اور رہبانیت کو صوفیاء خام نے ایک ہی مطلب میں شمار کیا ہے ان کے مطابق فقر اور رہبانیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جبکہ اسلام فقر کو ایک قوت کا نام دیتا ہے۔ اور آج تک مسلمانوں نے اسی فقر کی وجہ سے بہت سی کامیابیاں حاصل کی۔ اور جب مسلمانوں نے فقر کا دامن چھوڑ دیا تو تمام کامیابیوں سے بھی ہاتھ گنوا بیٹھے۔

یہ فقر مرد مسلماں نے کھو دیا جب سے رہی نہ دولتے سلمانی و سلیمانی(20)

اقبالؒ کے نزدیک اگر مسلمان اس فقر کو اپنا لیں تو ان کی تمام ذلت، رسوائی اور ناکامیاں کامیابی میں بدل سکتی ہیں۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتا عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور(21)

مزید فرماتے ہیں

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں شکوہ سنجر و فقر جنید و بسطامی (22)

آپؒ اس شعر میں کہہ رہے ہیں ایسا نہیں ہے کہ فقر کی دولت ناپید ہو چکی ہے بلکہ اگر مسلمان اس کو اپنانے کی کوشش کریں تو ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان میں بھی حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے پایہ کا فقر پیدا فرمادیں۔ الغرض فقر وہ صفت ہے جو جس انسان میں پیدا ہوتی ہے اس کو فخر بنی آدم بنا دیتی ہے اور اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ صوفیاء اکرامؒ کی مبارک زندگیوں سے بھی فقر کا ہی درس ملتا ہے مزید یہ کہ ان کی شان اسی فقر کا نتیجہ تھی۔ اور اقبالؒ اسی فقر کو مسلمانوں کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں۔

لاالٰہ

لاالٰہ نہ صرف شریعت کا پہلا زینہ ہے بلکہ تصوف میں بھی اس ذکر کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ ایسا ذکر ہے جو ذات باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کی نفی کرتا ہے، توحید کو دل میں ثابت کرتا ہے اور ایک سالک کے دل میں اس ذات کی وحدانیت کا چراغ روشن کیے رکھتا ہے۔ بندہ مومن "لاالٰہ" کہہ کر ہر غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور "الا اللہ" کہہ کر خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت کا اثبات۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾(23)

"تمہارا اللہ ایک ہی خدا ہے اس رحمٰن ورحیم کے سوا کوئی خدا نہیں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾(24)

"اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے"۔

علامہ اقبالؒ کے کلام میں بھی "لاالٰہ الا اللہ" کا بہت ذکر اور تکرار ملتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اقبالؒ عقیدہ توحید جو قرآن اور سنت سے ثابت ہوتا ہے اس کے حقیقی معنیٰ سے آشنا ہیں اور اس عقیدہ کو پوری قوت اور اثر انگیزی کے ساتھ انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں

نہ تخم لاالٰہ تیری زمین شور سے پھوٹا زمانے بھر میں رسوا ہے تیری فطرت کی نازائی (25)

تصوف کے تقریباً تمام سلاسل میں "لاالٰہ الا اللہ" کا ورد کیا جاتا ہے اس کو اصطلاح میں "تحلیل" کہا جاتا ہے یعنی اقبالؒ نے اس اصطلاح کو اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے جو نہ صرف قرآن و حدیث میں موجود ہے

بلکہ اولیاءاللہ کا وظیفہ اور معمول بھی رہا ہے۔اس طرح اقبالؒ کی شاعری قرآن اور اکابر کی سنت کے عین مطابق ہے۔فرماتے ہیں

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا "لاالہ الااللہ" لغت غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی(26)

اس شعر میں آپؒ اس کلمہ کو ہر مسلمان کے لیے دل سے تسلیم کرنا اور ماننا ضروری قرار دے رہے ہیں۔آپؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان عرب کا ہو یا عجم (غیر عرب) کا تب تک حقیقی مسلمان نہ بن سکے گا جب تک توحید کو دل و جان اور پوری قوت سے مان نہ لے۔

"ضرب کلیم" کی ایک مشہور نظم جس کا عنوان "لاالہ الااللہ" ہے اس قدر اہم ہے کہ بظاہر اس نظم کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل امر ہے کہ یہ نظم اپنے اندر بحر بیکراں سمیٹے ہوئے ہے۔اس کا اسلوبِ بیان اور الفاظ کی گہرائی اپنی مثال آپ ہے۔

خودی کا سرِ نہاں لاالہ الااللہ خودی ہے تیغ فساں لاالہ الااللہ

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں لاالہ الااللہ

کِیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا فریب سود و زیاں لاالہ الااللہ

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند بتانِ وہم و گماں لاالہ الااللہ

خرد ہوئی زمان و مکاں کی زناری نہ ہے زماں نہ مکاں لاالہ الااللہ

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند بہار ہو کہ خزاں لاالہ الااللہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکمِ اذاں لاالہ الااللہ(27)

ضرب کلیم کی نظم "نکتہ توحید" میں اقبالؒ کہتے ہیں

وہ رمز شوق کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے(28)

اقبالؒ لاالہ کو مسلمانوں میں قوتِ ایمانی اور روحِ ایمانی کی بنیاد قرار دیتے ہیں کیونکہ عقیدہ توحید ہی قرآن اور سنت کی بنیادی تعلیم ہے۔اقبالؒ فرماتے ہیں اسی سے مسلمانوں میں خودی،مال و دولت کی بے وقعتی،بتانِ رنگ و بو کو توڑنے کی ہمت، ہر حال میں آوازِ حق بلند کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ تمام روحانی امراض کا علاج یہی

کلمہ حق ہے جو دل سے تمام آلائشوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسی ایک کلمہ کا دل سے اقرار کرنے میں اور غیر اللہ کو دل سے نکالنے میں ہی مسلمانوں کی شان ہے اور اس میں کوتاہی سے مسلمانوں کی ذلت ہے۔

درود

قرآن مجید میں مؤمنین کو حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ ہی خالق حقیقی نے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اپنا اور فرشتوں کا عمل بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ-يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾(29)

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجا کرو"۔

اس آیت مبارکہ کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں پر نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا لازمی قرار دیا ہے۔ اور اس عمل کی فضیلت اور عظمت یہ کہہ کر واضح فرما دی کہ نہ صرف انسانوں کے لیے درود بھیجنا لازمی قرار دیا گیا ہے بلکہ اللہ کے فرشتے اور خود ذات باری تعالیٰ اپنی شان کے مطابق پیارے آقا ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔ اس آیت مبارکہ سے اس عمل کی اہمیت ہر اس شخص کے لیے بڑھ جاتی ہے جو قرب حق کا متمنی ہے کیونکہ جس ذات پر خود باری تعالیٰ درود بھیج رہا ہے اس پر وہ شخص کیوں محبت سے درود نہ بھیجے جو اللہ عزوجل سے محبت کا دعویدار ہے۔

چنانچہ صوفیاء کرام تسبیح و تحلیل اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ساتھ درود پاک کا بھی کثرت سے ورد کرتے ہیں۔ اقبالؒ بھی درود پاک کی فضیلت و اہمیت سے بخوبی واقف تھے کثرت سے درود پاک پڑھانے کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ اقبالؒ نے درود پاک پڑھنے کا ذکر بڑے احسن انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق　　دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰۃ و درود(30)

الغرض قرآن مجید میں جس طرح اللہ عزوجل کا ذکر ایمان کے لیے لازمی و ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا بھی مسلمان پر واجب کیا گیا ہے اور ایک سالک اور مسلمان کے لیے اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ لہذا اقبالؒ بھی اپنی شاعری میں ایک مسلمان کو اس کا ورد کرنے کی ترغیب

دلاتے نظر آتے ہیں۔

ذکر وفکر

اللہ تعالیٰ کی یاد میں غیر اللہ کو دل سے نکال کے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کو ذکر کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ تمام چیزیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد حاصل ہو وہ خواہ اسم، رسم فعل، جسم، کلمہ، نماز، قرآن پاک کی تلاوت، درود شریف، ادعیہ غرض کوئی بھی ایسی چیز جس کی وجہ سے اللہ کی یاد آئے اور بندے اور اللہ کے درمیان ایک رابطہ قائم ہو اور یہ رابطہ دن بدن بڑھتا بھی رہے، اسے تصوف کی اصطلاح میں ذکر کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا صوفی کے تمام ایسے کام اور اقوال جو کہ یادِ الٰہی سے خالی نہ ہوں اذکار کہلاتے ہیں (31)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ (32)

"سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں"۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا

﴿وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًاؕ﴾ (33)

"اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو"۔

قرآن کی یہ آیت واضح طور پر تصوف میں ذکر و فکر کے حق میں دلیل ہے جس کے تحت ایک صوفی ہر وقت اللہ کی یاد میں مستغرق رہتا ہے اور سب سے کٹ کر اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کی حقیقی تصویر اس طرح پیش کی کہ سب کے درمیان رہتے ہوئے اور رہبانیت اختیار کیے بغیر ذکر میں مستغرق رہے اور رہتے ہیں۔ اقبالؒ اسی ذکر و فکر کو اپنانے کی ترغیب ایک مسلمان کو دیتے نظر آتے ہیں جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

ذکر و فکر تصوف کی اہم اصطلاحات ہیں ذکر سے مراد زبان یا دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور فکر سے مراد خلوت نشین ہو کر سوچ بچار کرنا ہے۔ صوفیاء کی ساری زندگی ذکر و فکر سے آراستہ و پیراستہ نظر آتی ہے۔ اسی ذکر و فکر کی جھلک صوفیاء اکرامؒ کی شاعری میں بھی صاف نظر آتی ہے۔ ذکر و فکر صوفیاء کی خاص صفت اور پہچان ہے جو انہیں عام انسانوں سے ممتاز بناتی ہے۔ اقبالؒ بھی ذکر و فکر کرنے کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں

اقبالؒ کے نزدیک ذکر کا مراد روحانیت ہوتا ہے جس میں انسان کا دل خالی کر کے خدا کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ ان کی نظر میں فکر سے مراد عقلی علوم، فلسفہ، منطق، حکمت وغیرہ ہوتے ہیں جو انسان کے عقلی ذہن کی پیدائش سے وابستہ ہیں۔ اقبالؒ کے نزدیک ایک سچے سالک کو ذکر و فکر کے دونوں مقامات حاصل ہوتے ہیں جہاں وہ روحانیت اور عقلی علوم دونوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور ان کے مطالعہ سے ان کی روح پر نور بھر جاتا ہے۔ ضرب کلیم میں نظم "ذکر و فکر" میں یوں فرماتے ہیں

یہ ہیں سب ایک ہی سالِک کی جستجو کے مقام   وہ جس کی شان میں آیا ہے "علم الاسماء"
مقامِ ذکر کمالات رومی و عطار   مقام فکر مقالات بو علی سینا
مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں   مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ (34)

اقبالؒ ایسے مومن کی تعریف کرتے ہوئے جو ذکر کی گرمی اور فکر سے انقلاب پیدا کر دے کہتے ہیں

اے حلقہ درویشاں! وہ مردِ خدا ایسا   ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن   جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز (35)

اقبالؒ ذکر و فکر کی شریعت اسلامیہ کے حوالہ سے اہمیت کو پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولانا جلال الدین رومیؒ، فرید الدین عطارؒ اور بو علی سینا جو ایک نامور سائنسدان اور مہر طبیعات تھے کو یہ مقام اور شعور ذکر و فکر کی بدولت ہی حاصل ہوا ہے۔ اسی فکر کی بدولت انہوں نے زمانے کو نئی دریافتوں اور تلاش کی راہ دکھائی اور ذکر کی بدولت وہ اللہ عزوجل کی کبریائی کی دھوم مچاتے نظر آئے۔

قلندر

تصوف میں قلندر وہ مومن درویش ہے جو دنیاوی تعلقات و مفادات کو چھوڑ کر روحانی و ابدی کامیابی کے حصول کے لیے اللہ عزوجل کی ذات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے حال میں مست رہتا ہے۔ لہذا ایسا شخص جسے اصطلاح تصوف میں قلندر کہا جاتا ہے اور اس کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان صفات کی جھلک ہمیں قرآن مجید میں اللہ عزوجل کے نیک بندوں کی صفات کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ پر ارشاد ہوتا ہے

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾(36)

"بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔

جب انسان استقامت کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے پھر ہی اس میں دیگر ایمانی صفات اور اعلیٰ کردار پیدا ہوتا ہے جس کو اقبال مردِ قلندر کے کردار کے طور پر پیش کرتے ہیں۔اسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ(٦٢)الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾(37)

"سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفتی قاسم مدظلہ فرماتے ہیں

وَلِیُّ اللہ کا مطلب قرب اور نصرت ہے جو "ولَاء" سے بنا ہے۔ولی اللہ وہ شخص ہے جو اللہ عزوجل کے فرائض کی ادائیگی سے قرب حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی روشنی میں مستغرق رہتا ہے، جب اللہ عزوجل کی دلائل دیکھتا ہے، آیتوں کو سنتا ہے، اپنے رب کی تعریف کرتا ہے، اور اللہ کی رضا کی خاطر ایک کام کرتا ہے۔وہ اللہ کی ذکر سے نہیں تھکتا اور صرف اللہ کو دیکھتا ہے۔یہ وہ صفات ہیں جو اولیاء کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں۔جب کوئی بندہ اس حال تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کا ولی، ناصر، معین اور مددگار ہوتا ہے۔

اقبالؒ نے قلندر کی جو تصویر پیش کی ہے وہ ایسے ہی ولی اللہ کی جھلک دکھائی دیتی ہے جو قرآن نے بیان کی ہے ۔اقبالؒ قلندر کا بہت احترام کرتے ہیں چونکہ اس میں منافقت، کوئی خوف، لالچ و طمع نہیں ہوتی وہ حق و سچ بات کہتا ہے۔اقبالؒ کے نزدیک قلندر خفی و جلی ہر قسم کے علوم سے واقف ہوتا ہے۔اقبالؒ فرماتے ہیں

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں　　پوشیدہ نہیں مردِ قلندر کی نظر میں(38)

اقبالؒ قلندر کا بہت احترام کرتے ہیں چونکہ اس مین منافقت، کوئی خوف، لالچ و طمع نہیں ہوتی وہ حق و سچ بات کہتا ہے۔قلندر چونکہ ظاہری و باطنی علوم سے آگاہ ہوتا ہے چنانچہ اسے نوجوانوں کے ذہنوں کی ترجمانی کا بھی سلیقہ آتا ہے اس لیے وہ ان کی رہنمائی کر سکتا ہے اقبالؒ اپنے اندر قلندر کی صفات محسوس کرتے ہیں اور اسے اپنی شاعری کی روح قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری　　وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے(39)

اقبالؒ کہتے ہیں کہ مجھے بھی قلندری کی صفات حاصل ہیں تبھی تو میرا کلام اثر رکھتا ہے یعنی تربیت قوم و نوجوان نسل کے لیے اس میں پیغام موجود ہے۔

ضرب کلیم کی مشہور نظم "قلندر کی پہچان" میں اقبالؒ نے قلندر کی تعریف کی ہے۔ قلندر ایک ایسا درویش اور جوان ہے جو زمانے کو ہمیشہ من کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ زمانے کے ماتحت نہیں ہوتا بلکہ دنیا کو اپنی ماتحت بنالیتا ہے۔ یعنی وہ زمانہ کا مرکب نہیں راکب ہوتا ہے۔

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جواں مرد جاتا ہے جدھر بندہ حق، تو بھی ادھر جا!

ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ بچتا ہوا بنگاہِ قلندر سے گزر جا

میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا

توڑا نہیں جادُو مری تکبیر نے تیرا؟ ہے تجھ میں مکر جانے کی جرات تو مکر جا!

مہر و مہ و انجم کا محاسِب ہے قلندر ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر(40)

اقبالؒ کہتے ہیں کہ مرد قلندر وہ ہے جو ہر طرح کے حالات میں کلمہ حق کہنے اور برائی کو برائی کہنے کی جرات و طاقت ہوتی ہے وہ کسی انسانی طاقت کے زیر اثر نہیں ہوتا۔ اقبالؒ قرآنی اسرار و رموز سے بھرپور اپنی شاعری میں قلندری کا پیغام دیتے ہیں اقبالؒ خود کو قلندر بھی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر(41)

اقبالؒ کہتے ہیں کہ قلندر قرآنی مفاہیم سے آگاہ ہوتا ہے اس کے لیے ان اسرار و رموز کو آشکار نہ کرنا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ قلندر آوازِ حق بلند کرتا رہتا ہے جو اس کی پہچان ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اقبالؒ نے ایک درویش کے لیے اور مومن کے لیے قلندر کی جو اصطلاح پیش کی ہے وہ بھی اسلام کے اصولوں کو عملاً اختیار کرنے کی ترغیب دیتی نظر آتی ہے۔

اقبالؒ کی شاعری قرآن و حدیث سے مستنبط صوفیہ کرامؒ کے افکار اور اسلام کی روح سے آشنائی کا عملی نمونہ ہے۔ اقبالؒ نے اپنے کلام میں حقیقی تصوف کی نشاندہی کرتے ہوئے اہل اسلام کو حقیقی تصوف اور اس کے سچے نمائندوں کی پیروی کا درس دیا ہے۔ اقبالؒ کے ہاں شاعرانہ تصورات و تخیلات پر تصوف کے اثرات گہرے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے اپنی شاعری میں تصوفانہ اصطلاحات و تلمیحات کو کثرت سے استعمال کرتے

ہیں۔ اقبالؒ کا تصوف سے تعلق شعوری ہے اس کا ثبوت ان کے صوفیانہ کلام سے ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبالؒ نے اکثر اصطلاحاتِ تصوف کی تشریح مروجہ معروف معانی سے ہٹ کر کی ہے لیکن ان کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی تصوف کو نئی اصطلاحات کے ساتھ بیان کیا ہے جو عین قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق اور اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور ما حاصل ہے۔ اقبالؒ کو تصوف کا مخالف قرار دینا فکر اقبال سے ناآشنائی اور اقبالؒ کی تعلیمات سے کلی بیگانگی کا مظہر ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ کا بزرگانِ دین ،اولیاء اللہ اور صوفیاء سے روحانی رابطہ اور رشتہ تا مرگ رہا۔ اقبالؒ نے اپنی شاعری میں تصوفانہ تصورات اور کلام میں مستعمل اصطلاحات کا ذکر بڑے احسن انداز میں کرتے ہوئے حقیقی تصوف کو اصل رنگ میں پیش کیا ہے۔ آپؒ نے اپنے کلام کے ذریعے صبر ، فنا و بقا، فقر، ذکر و فکر جیسی متصوفانہ صفات کو پیدا کرنے کی ترغیب دلانے کے ساتھ ساتھ ان کے فوائد اور ثمرات بیان فرمائے ہیں اور ان کی عظمت کو بیان فرمایا ہے۔ اور ان تمام اصطلاحات کا قرآن کے تناظر میں جائزہ لینے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ اقبالؒ کی صوفیانہ فکر اور نظریات عین شریعت کے مطابق اور اس کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں۔

اقبالؒ نے صبر کو شان درویشی قرار دیا ہے۔ اللہ عزوجل کی راہ میں فنا ہونے کے بعد بقا کی نوید سنائی ہے جس طرح قرآن و سنت میں ایک مومن کے لیے مختلف صورتوں میں حیاتِ جاودانی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے فقر کی تعلیم دی ہے جو ہر ظاہری چیز سے مستغناء کر دینے والا ہو۔ اسی طرح کلمہ حق کے دل سے اقرار کرنے ، درود پاک کی کثرت اور ذکر و فکر کی ترغیب بھی آپؒ کے کلام میں ملتی ہے۔ اقبالؒ نے کلمہ توحید کو ایمانی قوت پیدا کرنے اور باطل سے ٹکرانے کی جرات پیدا کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ ذکر و فکر کو شعور کی بلندیوں تک پہنچنے کا ذریعہ اور رومی و بو علی سینا کے مقام تک پہنچنے کا ذریعہ بتاتے ہیں۔ اور ان تمام صفات کی حامل شخصیت کے لیے اقبالؒ نے قلندر کی اصطلاح استعمال کی ہے جو کلام اقبال میں اپنے علوم سے دنیا کو منور کرنے والا، ذکر و فکر اور محبت الٰہی میں مستغرق اور زمانے کے اصولوں پر چلنے والا نہیں بلکہ اپنے اصولوں پر زمانے کو چلانے والا پیش کیا گیا ہے۔ اور اگر قرآن و سنت کے اصولوں پر عمل کرنے والے حقیقی مومن کی جھلک دیکھنی ہو تو وہ اقبالؒ کے پیش کردہ قلندر کے روپ میں ہی سامنے آتی ہے۔

حوالہ جات

۔تصدق حسین رضوی، سید، لغاتِ کشوری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1986ء، ص102

1) Tasdak Hussain Rizvi, Syed, "Lughaat-e-kishori", Sang-e-Meel Publication, Lahore, 1986, pp102.

2۔ حضرت شاہ سید محمد ذوقی، سر دلبراں، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2008ء، ص31-32

2) Hazrat Shah Syed Muhammad Zauqi, "Sirr-e-dilbaran", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2008, pp31-32.

3۔وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات، انجمن ترقی اردو، کراچی، 1931ء، ص12

3) Wahidudeen Saleem, "Waza-e-Istilahat", Anjum Taraqqi Urdu, karachi, 1931, pp12.

4۔ محمد اقبال، بال جبریل، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء، ص67

4) Muhammad Iqbal, "Baal-e-Jibreel", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2005, pp67.

5۔ محمد اقبال، علامہ، پس چہ باید کرد، شیخ غلام علی سنز، لاہور، 1975ء، ص31

5) Muhammad Iqbal, Allama, "Pas chah Bayad kardai", Sheikh Ghulam Ali Sons, Lahore, 1975, pp31.

6۔ڈاکٹر جاوید اقبال، افکار اقبال (تشریحات جاوید)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2005ء، ص69

6) Doctor Javed Iqbal, "Afkar-e-Iqbal (Tashrihaat Javed)", Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2005, pp69.

7۔الانفال:46

7) Al Anfal:46

8۔الاحقاف:35

8) Al Haqan:35

9۔ محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء، ص13

9) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-kaleem", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2005, pp13

10۔البقرہ:154

10) Al Baqarah:154.

11۔ حضرت شاہ سید فاروقی، سر دلبراں، ص330

11) Hazrat Shah Syed Farooqi, "Sirr-e-dilbaran", pp330.

12۔ محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء ص118

12) Muhammad Iqbal, Allama, "Bang-e-dara", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2005, pp118.

13۔ ایضا، ص176

13) Muhammad Iqbal, Allama, "Bang-e-dara", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2005, pp176

14۔ الفاطر:15

14) Al Fatir:45.

15۔ سورۃ محمد:38

15) Surah Muhammad:38.

16۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، (مترجم ابو الحسنات سید محمد احمد قادری)، محکمہ اوقف و مذہبی امور پنجاب، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، 2012ء، ص107

16) Hazrat Ali bin Usman Hajvery, "Kashf-al-Mahjub", (Matrajum Abu Al-Hasnat Syed Muhammad Ahmad Qadri), Mahkama oukaf-o-mazhabi Amoor Punjab, Al-baghdad printers, Faisalabad, 2012, pp107.

17۔ محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء ص124

17) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2005, pp124.

18۔ محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص98

18) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp98.

19۔ محمد اقبال، علامہ، ارمغان حجاز، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء، ص182

19) Muhammad Iqbal, Allama, "Armughan-e-Hijaz", Al-Faisal Nashiran-o-Tagiran kutub, Lahore, 2005, pp182.

20۔ محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص45

20) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-KaleemP", pp45.

21۔ ایضا، ص46

21) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp46.

22۔ محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص13

22) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", pp13.

23۔ البقرہ:163

23) Al Baqarah:163.

24۔ البقرہ:255

24) Al Baqarah:255.

25۔ محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، ص13

25) Muhammad Iqbal, Allama, "Bang-e-Dara", pp13.

26۔ محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص13

26) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", pp13.

27۔ محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص15

27) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp15.

28- ایضا، ص22

28) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp22.

29- الاحزاب:56

29) Al Ahzab:56.

30- محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص78

30) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", pp78.

31- حضرت شاہ سید فاروقی، سر دلبراں، ص208

31) Hazrat Shah Syed Farooqi, "Sirr-e-dibaran", pp208.

32- الانفال:02

32) Al Anfal:02.

33- المزمل:08

33) Al Muzzamal:08.

34- محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص22

34) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp22.

35- محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص22

35) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", pp22.

36- حم السجدہ:30

36) Ha Mim al Sajdah:30.

37- یونس:63،62

37) Yunus:62,63.

38- محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص38

38) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp38.

39- محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص40

39) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", pp40

40- محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص37

40) Muhammad Iqbal, Allama, "Zarb-e-Kaleem", pp37.

41- محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص43

41) Muhammad Iqbal, Allama, "Baal-e-Jibreel", pp43.